OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

بیت اللہ کی تاریخی اور مذہبی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

Historical and Religious Significance of Baitullah in the Light of Qur'an and Sunnah: A Research Review

Dr. Sobia Khan
Assistant Professor, Department of Islamic, Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur.

Misbah Sajjad
PhD Research Scholar, Department of Islamic, Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur.

Received on: 07-07-2024 Accepted on: 12-08-2024

Abstract

The Kaaba, Kaaba or Baitullah is a building in the center of the Masjid Haram, which is the Muslim Kiblah, towards which Muslims worship. It is the most sacred place of Islam. It is obligatory for Muslims to perform Hajj to Bait Allah once in their life. Makkah...is the best place on earth and the holiest and most honorable city in the world. Allah Ta'ala chose it as the place of revelation and the Kiblah of the Muslims and placed many rituals here for His worship. We find the history of the establishment of Makkah even before the birth of Hazrat Ismail (peace be upon him). Later, together with his father, Hazrat Ibrahim (peace be upon him), he raised the foundations of Baitullah. In the beginning Makkah was a small town where Bani Adam settled. During the time of Hazrat Noah (peace be upon him), the storm destroyed it. After that, the area became a dry valley surrounded by mountains on all sides. After the well of Zamzam sprang up in Makkah and the foundation of Baitullah was raised, people started coming here. Meanwhile, a group of Jarham tribe took over its supervision. There are many sacred Islamic places in Makkah, the most prominent of which is Masjid al-Haram. It is the holiest place on earth. Because the Kaaba is located here, which is the Qibla of prayer for Muslims. Besides, it is the destination of Muslims during Hajj and Umrah seasons.

Keywords: Historical, Significance, Bait-ul-Allah, Quran

تحقیق کے مقاصد:

میری اس تحقیق کا مقصد ہر شخص کو اس بات سے آگاہ کرنا ہے کہ بیت اللہ ہی زمین پر وہ واحد ایسا مقام ہے جو ہر دور میں افضل رہا ہے۔بیت اللہ وہ جگہ ہے جہاں پر تمام مسلمان برابر ہو کر حج وعمرہ کرتے ہیں اور اس مقام کی اہمیت قرآن مجید میں بھی بیان کی گئی ہے یہ وہ مقدس ترین مقام ہے جہاں پر حضرت ابراہیمؑ نے اسکو تعمیر کے وقت دعا فرمائی تھی اور انکی دعا اللہ نے قبول کی اور یہاں رزق کی فراوانی ہے ہر طرف امن ہی امن ہے ہر طرف اللہ کی ذات ا ور اسکی وحدانیت دکھائی دیتی ہے۔احادیث میں بھی بیت اللہ کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

بنیادی سوال:

- بیت اللہ تاریخی حیثیت کیا تھی؟
- بیت اللہ سے منسلک اہم واقعات کون سے ہیں؟

تمہید:

خانہ کعبہ جس کو بیت اللہ بھی کہا جاتا ہے یہ سعودی عرب میں واقع ایک مقدس مقام ہے۔ یہ مسلمانوں کا قبلہ ہے۔بیت اللہ مکہ مکرمہ میں واقع ہے۔مکہ مکرمہ وہ مقدس شہر ہے جس کی قسم اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کھائی اور یہ وہ شہر ہے جو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت محبوب ہے۔خانہ کعبہ جہاں مسلمانوں کا قبلہ ہے، وہاں یہ مسلمانوں کی محبّت کا دلی مرکز بھی ہے۔ کیونکہ ہر سال لوگ یہاں حج کے لیے آتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں تمام دنیا کے لوگ اللہ تعالیٰ کا حکم بجالاتے ہیں یعنی حج کرتے ہیں۔ حج اسلام کا پانچواں بنیادی رکن ہے۔بیت اللہ وہ واحد مقام ہے جس کی تعظیم کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اس کو حرم قرار دیا۔بیت اللہ وہ مقدس گھر ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ یہ اپنی شرف وتعظیم اور عزّت وتکریم کی وجہ سے کعبہ کے نام سے موسوم ہوا۔ کعبہ کسی چیز کی اونچائی، بلندی اور شرافت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔اس سرزمین پر سب سے زیادہ قابلِ احترام اور باعث عظمت وبرکت والا جو گھر ہے وہ بیت اللہ ہے۔ یہ وہ گھر ہے جو کہ سب سے پہلے روئے زمین پر تعمیر کیا گیا۔اس گھر کی تعمیر بہت قدیم ہے جس کی وجہ سے اسے کعبہ پکارا گیا ہے۔ذیل میں بیت اللہ سے منسلک اہم واقعات کا جائزہ درج ہے۔

قرآن میں بیت اللہ کے نام: (1) **کعبہ:** "جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ"[1]

"خدا نے عزّت کے گھر (یعنی) کعبے کے لوگوں کے لیے موجب امن مقرر فرمایا ہے۔"

(2) **البیت الحرام:** "جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ"[2] اسی آیت میں بیت اللہ کو بیت الحرام کہا گیا ہے۔

(3) **بیت اللہ:** "وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ"[3]

"اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے عہد لیا کہ طواف کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو صاف رکھو۔"

(4) **بیت العتیق:** "وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ"[4] اور خانہ کعبہ قدیم (یعنی بیت اللہ) کا طواف کریں۔"

عتیق کے مندرجہ ذیل مختلف معنی مراد لیے جاتے ہیں: اوّل: پہلا گھر، قدیم گھر، بڑے مرتبے والا گھر اور ظالم وجابر حکمرانوں سے آزاد گھر، جو کوئی بھی اس گھر کو نقصان پہنچانا چاہے گا وہ خود تباہ وبرباد اور ہلاک ہو جائے گا۔ کیونکہ خانہ کعبہ وہ گھر ہے جو کسی انسان کی ملکیت نہیں۔[5]

(5) **قبلہ:** "فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا"[6] "پس ہم تم کو اسی (قبلہ کی) طرف منہ پھیرنے کا حکم دیں گے جس کو تم پسند کرتے ہو۔"

یہاں قبلہ سے مراد وہ مقام ہے جس کی طرف منہ کر کے تمام مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔

(6) **مسجد الحرام:** "فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ"[7] "تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔" یہاں مسجد الحرام سے مراد بیت اللہ

ہے۔بیت اللہ کا نام مسجد الحرام ہے، کیونکہ یہ تمام مسلمانوں کے نزدیک قابل محترم اور قابل تعظیم ہے۔ مسجد الحرام بیت اللہ کا نام ہے۔اس کی تعمیر کی غرض وغایت یہ ہے تاکہ یہاں اللہ کی عبادت کی جائے اوراس کے حکم کی پیروی کی جائے۔[8]

واقعہ حضرت ہاجرہ:

عربی کی قدیم کتابوں میں جو لفظ ہاجرہ استعمال ہوا ہے یہ لفظ عبرانی زبان میں ہاغاز ہے، جس کے معنی اجنبی اور بیگانہ کے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم بادشاہ مصر کے پاس گئے تو وہ حضرت سارہ سے متاثر ہوا،ان کی شخصیت اور کرامات دیکھ کر حضرت ہاجرہ کو آپ کی خدمت کے لیے دے دیا۔ حضرت ہاجرہ فرعون کی بیٹی تھی۔فرعون نے خود اپنی بیٹی حضرت سارہ کی شخصیت دیکھ کران کو دے دی،اور حضرت ہاجرہ کو نصیحت کی کہ ان کے گھر میں لونڈی بن کے رہنا بہتر ہے، کسی دوسرے کے گھر میں بی بی بن کر رہو۔ حضرت ہاجرہ لونڈی نہیں تھیں بلکہ یہ بادشاہ مصر کی بیٹی تھیں۔ حضرت ہاجرہ کو ہاجرہ کہنے کی وجہ یہ بھی ہے، کیونکہ انہوں نے ملک شام سے مکہ کی طرف ہجرت کی تھی۔[9]

قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام:

حضرت ابراہیمؑ کا نام ابراہیم بن تارخ تھا جبکہ کلبی نے کہا کہ ان کی والدہ کا نام میلہ تھا۔ عکرمہ نے ابن عساکر سے نقل کیا ہے کہ ابوالضیفان حضرت ابراہیم کی کنیت تھی،اس کا مطلب یہ تھا کہ (مہمانوں کا باپ) کیونکہ آپ بہت مہمان نواز تھے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب تارخ کی عمر 75 برس ہوئی توان کے ہاں ان کے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت سارہؑ سے نکاح کیا جو کہ بانجھ تھیں،ان سے ان کی کوئی اولادِ نرینہ نہیں تھی۔تارخ اپنے بیٹے حضرت ابراہیم اوران کی بیوی حضرت سارہ اوراپنے پوتے لوط بن ہاران کو لے کر کلدانیوں کی سرزمین سے مقامِ حران میں آباد ہوگئے۔ مقامِ حران کے لوگ بت پرست تھے اور خدا کی ذات کے منکر تھے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اوران کی اولاد کو گمراہیوں سے محفوظ رکھا۔[10]قرآن میں ہے:"وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ"[11]"اور ہم نے ابراہیم کو پہلے سے ہی ہدایت دی تھی اور ہم ان کے حال سے واقف تھے۔"

پس حضرت ابراہیمؑ نے لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا اور بتوں کی پوجا کرنے سے منع فرمایا۔ابراہیم کے والد تارخ جس کو آزر کہتے تھے، یہ بت بناتا تھا۔ان کے والد ان کو بت بنا کر دیتے تاکہ یہ فروخت کر آئیں، جب حضرت ابراہیم بت فروخت کرنے جاتے تو کہتے (من يشترى ما لا يضره وما لا ينفعه) کوئی شخص ایسی چیز خریدے گا جو نہ تو نقصان پہنچاتی ہے اور نہ کوئی نفع۔ یہ سن کر ان سے کوئی بت نہیں خریدتا تھا۔اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ لوگوں کو سمجھاتے رہے کہ وہ بتوں کی پوجا نہ کریں بلکہ ایک خدا کی عبادت کریں جو کہ کل اختیار کا مالک ہے ۔[12]قرآن میں ہے:"قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَى ذَٰلِكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ"[13]

"(ابراہیمؑ نے (کہا(نہیں) بلکہ تمہارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے، جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور میں اس (بات) کا گواہ (اور اسی کا قائل) ہوں۔"

حضرت ابراہیمؑ نے جب لوگوں کے سامنے خدا کے وحدہ لاشریک لہ ہونے کی تقریر کی تو وہ لوگ جو بتوں کو پوجتے تھے،بظاہر تو خاموش

ہو گئے، پھر اگلے دن عید کا دن تھا، یہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آؤ ہمارے ساتھ چلو ہم تمہیں اپنے بتوں کی عظمت اور جاہ و جلال دکھائیں، جن کو تم بُرا بھلا کہتے ہو۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان سے کہا کہ "انّی سقیم" میں بیمار ہوں۔ پس یہ لوگ حضرت ابراہیمؑ سے ناامید ہو کر واپس چلے گئے، جیسے ہی یہ لوگ عید کی خوشی منانے میں مصروف ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ ان کے بُت خانے میں گئے، ان بتوں سے مذاقاً کہا: "أَلَا تَأْكُلُونَ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ"[14] تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہوا ہے تم بولتے نہیں۔"

پس یہ کہہ کر حضرت ابراہیمؑ نے سارے بُت توڑ دیے اور بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑی رکھ دی۔ جب لوگوں نے اپنے بُتوں کا یہ حال دیکھا تو حضرت ابراہیمؑ سے پوچھنے چلے گئے کہ یہ تم نے کیا ہے ہمارے بتوں کے ساتھ؟ تو حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ اپنے بڑے بُت سے پوچھو ، اگر وہ بولتے ہیں تو پس انہوں نے کہا کہ تم جانتے ہو یہ بولتے نہیں ہیں، اس پر حضرت ابراہیمؑ بولے: "أَفَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ"[15] پھر تم خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جو تمہیں نہ کچھ فائدہ دے سکیں اور نہ نقصان پہنچا سکیں۔"

حضرت ابراہیمؑ کی سارہ سے شادی اور ہجرت شام: سُدی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط نے شام کی طرف ہجرت کی اور اسی دوران انہوں نے حضرت سارہ سے نکاح کیا اس کے بعد آپ مصر تشریف لے گئے۔ مصر میں جہاں سے ان کا گزر ہوا، وہاں ایک ظالم و جابر بادشاہ تھا، اس بادشاہ کو کسی نے بتایا کہ یہاں ایک شخص آیا ہے جس کی بیوی خوبصورت ہے۔ اس بادشاہ نے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون ہے، حضرت ابراہیمؑ نے جھوٹ بولا کہ میرے ساتھ میری بہن ہے، اُدھر حضرت سارہ سے حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ اگر بادشاہ تجھ سے پوچھے تو تم کہنا کہ تم میری بہن ہو۔ پس بادشاہ نے سارہ کی طرف پیغام بھیجا اور سارہ کو پکڑنا چاہا تو وہ جکڑ دیا گیا، پھر جب اس نے سارہؑ سے معافی مانگی تو ساتھ میں اس بادشاہ نے حضرت سارہؑ کو ان کی خدمت کے لیے لونڈی حضرت ہاجرہؑ دی۔[16] حدیث میں ہے: "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:" لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ إِلَّا ثَلاَثَ كَذَبَاتٍ، ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِي ذَاتِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَوْلُهُ {إِنِّي سَقِيمٌ}[الصافات: 89].وَقَوْلُهُ: {بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا} [الأنبياء: 63].وَقَالَ: بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ، إِذْ أَتَى عَلَى جَبَّارٍ مِنَ الجَبَابِرَةِ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ هَا هُنَا رَجُلًا مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا، فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ قَالَ: أُخْتِي، فَأَتَى سَارَةَ قَالَ: يَا سَارَةُ: لَيْسَ عَلَى وَجْهِ الأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرَكِ، وَإِنَّ هَذَا سَأَلَنِي فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِي، فَلاَ تُكَذِّبِينِي، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهِ فَأُخِذَ، فَقَالَ: ادْعِي اللَّهَ لِي وَلاَ أَضُرُّكِ، فَدَعَتِ اللَّهَ فَأُطْلِقَ، ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَأُخِذَ مِثْلَهَا أَوْ أَشَدَّ، فَقَالَ: ادْعِي اللَّهَ لِي وَلاَ أَضُرُّكِ، فَدَعَتْ فَأُطْلِقَ، فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ لَمْ تَأْتُونِي بِإِنْسَانٍ، إِنَّمَا أَتَيْتُمُونِي بِشَيْطَانٍ، فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ، فَأَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي، فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ: مَهْيَا، قَالَتْ: رَدَّ اللَّهُ كَيْدَ الكَافِرِ، أَوِ الفَاجِرِ، فِي نَحْرِهِ، وَأَخْدَمَ هَاجَرَ " قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ تِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ"[17]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیمؑ نے تین مرتبہ کے علاوہ کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ وہ جھوٹ تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے تھے۔ اور ایک انہوں نے یہ فرمایا کہ میں بیمار ہوں۔ دوسرا یہ کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا یہ فرمانا کہ

ان بتوں کو ان کے بڑے بُت نے توڑا ہے اور تیسرا حضرت سارہ کے بارے میں ان کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) ایک ظالم وجابر بادشاہ کے ملک میں پہنچے اور ان کے ساتھ (ان کی بیوی) حضرت سارہ بھی تھیں اور وہ بڑی خوبصورت خاتون تھیں۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنی بیوی سے فرمایا اگر اس ظالم بادشاہ کو اس بات کا علم ہو گیا کہ تو میری بیوی ہے تو وہ تجھے مجھ سے چھین لے گا اور اگر وہ بادشاہ تجھ سے پوچھے تو تو اُسے بتانا یہ میرا بھائی ہے کیونکہ تو میری اسلامی بہن ہے اور اس وقت پوری دنیا میں میرے اور تیرے علاوہ کوئی مسلمان بھی نہیں، پھر جب یہ دونوں اس ظلم بادشاہ کے ملک میں پہنچے تو اس بادشاہ کے ملازم حضرت سارہ کو دیکھنے کے لیے آن پہنچے (حضرت سارہ کو دیکھنے کے بعد) ملازموں نے بادشاہ سے کہا کہ تمہارے ملک میں ایک ایسی عورت آئی ہے جو تمہارے علاوہ کسی کے لائق نہیں، اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلوایا۔ حضرت سارہ کو بادشاہ کی طرف لایا گیا تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نماز کے لیے کھڑے ہو گئے تو جب حضرت سارہ اس ظالم بادشاہ کے پاس آ گئیں تو اس ظالم نے بے اختیار اپنا ہاتھ حضرت سارہ کی طرف بڑھایا تو اس ظالم کا ہاتھ جکڑ دیا گیا، وہ ظالم کہنے لگا کہ تو اللہ سے دعا کر کہ میرا ہاتھ کھل جائے میں تجھے کوئی تکلیف نہیں دوں گا، حضرت سارہ نے دعا کی اس کا ہاتھ کھل گیا۔ پھر دوبارہ اس ظالم نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو پہلے سے زیادہ اس کا ہاتھ جکڑ دیا گیا، اس نے پھر دعا کے لیے حضرت سارہ سے کہا۔ حضرت سارہ نے پھر اس کے لیے دعا کر دی۔ اس ظالم نے تیسری مرتبہ پھر اپنا (ناپاک) ہاتھ بڑھایا پھر پہلی دونوں مرتبہ سے زیادہ اس کا ہاتھ جکڑ دیا گیا۔ وہ ظالم کہنے لگا کہ تو اللہ سے دعا کر کہ میرا ہاتھ کھل جائے، اللہ کی قسم! تجھے کبھی تکلیف نہیں دوں گا۔ حضرت سارہ نے دعا کی تو اس کا ہاتھ کھل گیا اور اس ظالم نے پھر اس آدمی کو بلایا جو حضرت سارہ کو لے آیا تھا۔ وہ ظالم بادشاہ اس ملازم آدمی سے کہنے لگا کہ تو میرے پاس (العیاذ باللہ) شیطانی کو لایا ہے اور انسان نہیں لایا، تو اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو اپنے ملک سے نکال دیا اور حضرت ہاجرہ کو بھی ان کو دے دیا۔ حضرت سارہ حضرت ہاجرہ کو لے کر چل پڑیں، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے جب ان کو دیکھا تو پلٹے اور ان سے فرمایا کہ کیا ہوا، حضرت سارہ کہنے لگیں خیر ہے اور اللہ نے اس بدکردار ظالم کا ہاتھ مجھ سے روک دیا اور اس نے مجھے ایک خادمہ بھی دلوا دی۔ حضرت ابو ھریرہ فرماتے ہیں، یہی حضرت ہاجرہ تمہاری ماں ہے۔"

پس اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے زندگی میں ایک بار اللہ کی ذات کے لیے جھوٹ بولا اور حضرت ہاجرہؑ جن کے بطن سے حضرت اسماعیلؑ سے پیدا ہوئے، وہ حضرت سارہؑ کو بادشاہ نے دی تھی۔

بطنِ حضرت ہاجرہؑ سے حضرت اسماعیلؑ کی ولادت: اہل کتاب لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب سے اپنے لیے نیک وصالح اولاد کی دعا کی تو اللہ نے قبول فرمائی حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ بیت المقدس میں بیس برس تک رہے ایک روز حضرت سارہؑ نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ میں تو بانجھ ہوں "مجھے تو اللہ نے اولاد کے نعمت سے نہیں نوازا" یعنی مجھے تو اللہ نے اولاد نہیں دی اور ممکن ہے کہ اللہ ہمیں حضرت ہاجرہؑ کے بطن سے اس نعمت سے نواز دے یہ کہہ کر حضرت سارہؑ نے حضرت ابراہیم کو حضرت ہاجرہؑ سے خلوت کی اجازت دے دی اور انہیں ابراہیم کو ہبہ کر دیا اس کے بعد حضرت ہاجرہؑ حاملہ ہو گئی پھر حضرت سارہؑ حضرت ہاجرہ سے حسد و رشک کرنے لگیں جیسا کہ یہ عورتوں کی فطرت ہوتی ہے پھر حضرت ہاجرہؑ حضرت سارہؑ کے پاس چلی گئی تو حضرت ہاجرہؑ کے پاس فرشتہ آیا اس نے کہا کہ آپ واپس حضرت سارہؑ کے

پاس چلی جائیں اللہ آپ کو فرزند سے نوازے گا اس کا نام اسماعیلؑ رکھنا اور دنیا کے تمام لوگ اس کے زیر دست ہو گئے۔[18]

حضرت اسماعیل کی وجہ تسمیہ: جب حضرت اسماعیل حضرت ہاجرہؑ کے بطن میں تھے تو فرشتہ نے کہا حضرت ہاجرہؑ سے کہ تیرے بطن میں ایک لڑکا ہے اس کا نام اسماعیل رکھنا پس جب حضرت اسماعیل پیدا ہوئے تو ان کا نام اسماعیل رکھ دیا گیا۔ اسماعیل عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "شماع ایل" کے ہیں۔ شماع سے مراد (سماع) یعنی سننا اور ایل سے مراد (اللہ) کے ہیں یعنی اس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ خدا کا سننا پس ان کا نام اسماعیل رکھا اولاد آدم میں سے یہ مبارک نام سب سے پہلے انھی کا رکھا گیا۔[19]

حضرت ابراہیمؑ کا اپنی بیوی حضرت ہاجرہؑ اور اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو مکہ (وادی غیر ذی ذرع) میں چھوڑ آنا۔ حضرت اسماعیل حضرت ہاجرہؑ کے بطن سے تھے یہ حضرت ابراہیم کی پہلی اولاد تھی جبکہ ان سے پہلے حضرت سارہؑ کی کوئی اولاد نہیں تھی جس کی وجہ سے حضرت سارہؑ انتہائی خفگی میں رہنے لگی۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب حضرت سارہؑ کو غیض وغضب اور خفگی میں دیکھا تو یہ حضرت ہاجرہؑ اور اسماعیل جو کہ نامولود تھے ان کو حضرت سارہؑ کے کہنے پر بیت المقدس سے لے کر مکہ چلے گئے اور وہاں ان دونوں کو چھوڑ کر خود واپس آ گئے جس وقت حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی حضرت ہاجرہؑ اور بیٹے اسماعیلؑ کو مکہ کی سرزمین پر چھوڑ آئے اس وقت مکہ بے آب وگیاہ تھا جب حضرت ابراہیمؑ ان کو چھوڑ کر واپس آنے لگے تو حضرت ہاجرہؑ نے ان کو پکڑا اور کہا کہ آپ ہم دونوں کو اس بے آب وگیاہ علاقے میں کیوں چھوڑ کر جارہے ہیں یہاں تو نہ پانی ہے اور نہ خوراک تو حضرت ابراہیمؑ نے ان کو بتایا کہ یہ حکم خداوندی ہے اس پر حضرت ہاجرہؑ نے کہا کہ اگر یہ اللہ کا حکم ہے تو آپ ضرور ہمیں یہاں چھوڑ کر جائیں بے شک اللہ اس بچے کی جان ضائع نہیں کرے گا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے دعا فرمائی: "رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ"[20] "اے پروردگار! میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیری عزّت (وادب) والے گھر کے پاس لابسائی ہے۔ اے پروردگار تاکہ یہ نماز پڑھیں۔ تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکیں رہیں اور ان کو میووں سے روزی دے تاکہ (تیرا) شکر ادا کریں۔"

پس حضرت ابراہیمؑ وہاں سے رخصت ہو گئے اس کے بعد حضرت ہاجرہؑ نے محسوس کیا کہ ننھے اسماعیل کو پیاس لگی ہے پس وہ پانی کی تلاش میں فاران کی پہاڑی سے صفاء ومروہ کی پہاڑی کی طرف گئی لیکن وہاں انہیں پانی نہ ملا کیونکہ وہاں چٹیل میدان کے سوا کچھ نہیں تھا جب حضرت ہاجرہؑ پانی کی تلاش میں صفاء ومروہ کے چکر لگا رہی تھی دوڑ کر وہ بچے کے پاس آئی کہ کہیں کوئی جانور یا پرندہ ننھے بچے کو نقصان نہ پہنچا دے پس جب انہوں نے صفاء ومروہ کے سات چکر لگا لئے اور پانی نہ ملا تو جب وہ واپس آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ اللہ کی قدرت سے بچے اسماعیل نے جہاں اپنے پاؤں رگڑے وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا اور پانی اتنے زور سے وہاں سے نکل رہا تھا کہ حضرت ہاجرہؑ نے کہا رک جا زم زم پھر انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اب حجاج کرام صفاء ومروہ پر انہی کی طرح دوڑ کر سات چکر لگاتے ہیں انھی کی یاد میں جس کو "سعی" کہا جاتا ہے جو کہ ارکان حج میں سے ایک رکن ہے۔ جس کو ادا کرنا اللہ نے فرض قرار دیا۔[21]

قصہ حضرت ہاجرہؑ کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ نے وادی غیر ذی ذرع میں ان کے لیے پانی کا چشمہ جاری کیا اور انہوں نے پانی کی تلاش میں صفاء و مروہ کے جو سات چکر لگائے اللہ نے انہی کی یاد میں حجاج کرام کے لیے "سعی" کرنا یعنی صفاء و مروہ کے سات چکر لگانا واجب قرار دیا اور اس سعی کو ارکان حج میں لازم و ملزم قرار دیا۔

واقعہ ذبیح حضرت اسماعیلؑ کا بیان: حضرت اسماعیلؑ حضرت ابراہیم کے بیٹے تھے یہ دونوں جلیل القدر نبی تھے جیسا کہ تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیلؑ تھے اور "ذبیح اللہ" کا لقب حضرت اسماعیلؑ کا ہے یہ وہی حضرت اسماعیلؑ تھے جن کو حضرت ابراہیمؑ اور انکی والدہ یعنی اپنی بیوی حضرت ہاجرہؑ کے ساتھ مکہ کی سرزمین میں چھوڑ آئے تھے۔[22]

حضرت ابراہیمؑ کے بڑے بیٹے اسماعیلؑ تھے اور چھوٹے بیٹے اسحاق تھے۔ حضرت ابراہیم نے اللہ کے حکم کی تکمیل کی اور قربانی کے لئے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو لے گئے اس لئے حضرت اسمائیلؑ کو "ذبیح" کہا گیا ہے۔ جبکہ تورات یعنی بائبل میں ہے کہ حضرت اسحٰقؑ جو کہ حضرت سارہؑ کے بطن سے تھے یہ حضرت ابراہیمؑ کے وہ بیٹے تھے جن کی قربانی وہ اللہ کے حضور پیش کرتے ہیں اور اسی طرح وہ اللہ کی آزمائش میں پورے اترتے ہیں اور ان کی جگہ دنبہ کو بھیج دیا جاتا ہے، پس بائبل کے مطابق "ذبیح" حضرت اسحاق ہیں۔[23]

تورات یہودیوں کی وہ کتاب ہے جس میں تحریف ہو چکی ہے یہ اپنے اصلی الفاظ میں موجود نہیں ہے یہود نے اس کے الفاظ میں ردوبدل کر دیا ہے اس لیے یہود نے تورات میں صراحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق ہیں جبکہ صریح نص قطعی قرآن سے ثابت ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیلؑ ہیں جبکہ حضرت اسحاقؑ ہر گز ذبیح نہ تھے، کیونکہ سابقہ شریعت کی رو سے اس جانور یا اس آدمی کی قربانی کی جاسکتی ہے جو کہ پہلا نٹا بچہ ہو۔ جبکہ تورات میں بھی ہے جس شخص کی دو بیویاں ہوں ایک اس کو محبوب ہو دوسری محبوب نہ ہو لیکن اگر اس کی پہلوٹی اولاد غیر محبوب بیوی سے ہو گی تو وہ افضل ہو گی۔ اس کے برعکس جب حضرت ابراہیمؑ کو اللہ نے بیٹے کی قربانی کا حکم دیا تھا تو ساتھ یہ بھی قید تھی کہ وہ بیٹا قربان کیا جائے جو کہ اکلوتا ہو اور محبوب بھی ہو چونکہ جس وقت حضرت ابراہیمؑ کو قربانی کا حکم ہوا اس وقت حضرت ہاجرہؑ کے بطن سے حضرت اسماعیلؑ تھے اور حضرت اسماعیلؑ بڑے تھی جبکہ اسحاقؑ چھوٹے تھے اس بناء پر حضرت اسحاق اکلوتے بیٹے نہ ہوئے جبکہ قربانی کی شرط اکلوتے بیٹے کی تھی۔[24]

حاصل کلام یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیلؑ تھے حضرت ابراہیمؑ نے ان کو اللہ کی راہ میں ذبح کیا۔ کیونکہ بائبل کے مطابق جب حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر 86 برس تھی اور جب حضرت سارہؑ کے بطن سے حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر 100 برس تھی۔[25] دوسری طرف بائبل میں ہی قطعی ثبوت ہے کہ حضرت اسحاقؑ اکلوتے بیٹے نہیں تھے کیونکہ جب ابرامؑ [26] کی بیوی سارہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تو سارہ نے خود ابرام سے کہا کہ وہ اس مصری لونڈی حضرت ہاجرہؑ کے پاس جائیں شاید ان سے اولاد ہو جائے پس وہ مصری لونڈی ابرام کی بیوی بنی ابرام اس مصری لونڈی ہاجرہ کے پاس گئے تو وہ حاملہ ہو گئی جب ابرام سے ان کی بیٹے اسماعیل پیدا ہوئے اس وقت ابرام کی عمر 86 برس تھی۔[27]

قصہ ذبیح اسماعیل کی وضاحت: قصہ ذبیح اسماعیل قرآن مجید کی سورت الصفٰت میں بیان ہوا جس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی کریں قرآن میں ہے: "رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ"[28]
"اے پروردگار! مجھے (اولاد) عطاء فرما (جو) سعادت مندوں میں سے (ہو)۔ تو ہم نے ان کو ایک نرم دل لڑکے کی خوشخبری دی۔"
حضرت ابراہیمؑ جب شام تشریف لے آئے تو اس عرصے میں ان کی کوئی اولاد نہ تھی، جبکہ یہ شام ہجرت کر کے آئے، ان کے ساتھ ان کے بھانجے حضرت لوطؑ اور بیوی حضرت سارہؑ بھی تھیں۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے نیک بیٹا عطاء فرما۔ اللہ نے آپ کو حضرت اسماعیلؑ یعنی بیٹے کی خوشخبری سنائی۔ اس بیٹے کی ولادت کا واقعہ وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ حضرت سارہؑ کے کہنے پر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہؑ سے نکاح کر لیا۔ ان سے ان کے بیٹے اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔[29] قرآن میں ہے: "فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى"[30] جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا تو (ابراہیمؑ نے) کہا بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں۔"
اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جب حضرت اسماعیلؑ بڑے ہو گئے یعنی جوان ہو گئے اور کام کاج کے قابل ہو گئے تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب دیکھا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کروں۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کے لیے اللہ کی طرف سے سخت امتحان اور آزمائش تھی کہ وہ اپنے جوان بیٹے کو بڑھاپے میں خود اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں، جبکہ اس سے پہلے بھی حضرت ابراہیمؑ کئی آزمائشوں سے گزر چکے تھے۔ جب حضرت اسماعیلؑ نومولود تھے، تب اللہ کے حکم سے بیٹے اسماعیلؑ اور بیوی ہاجرہؑ کو مکہ کی بے آب و گیاہ سرزمین میں چھوڑ آئے تھے، یہاں بھی اللہ کے حکم کی انہوں نے تکمیل کی تھی، جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو اپنے خواب کے بارے میں بتایا تو بیٹے نے جواب دیا کہ ابّا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ کر گزریئے۔ پس اس جواب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ سے جو نیک صالح و فرمانبردار اولاد کی دعا کی تھی، اللہ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی۔ بیٹے نے باپ کی فرمانبرداری کے لیے خود کو بآسانی خوشی خوشی قربانی کے لیے پیش کر دیا۔[31] قرآن میں ہے: "يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ"[32]
"ابّا جو آپ کو حکم ہوا ہے وہی کیجئے، خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پائیں گے۔"
اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ بیٹے کو ساتھ لے کر اللہ کا حکم پورا کرنے کے لئے ایک میدان کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنے بیٹے کی پیشانی کو چوما اور انہیں اوندھے منہ لٹایا اور پوری طاقت سے بیٹے کی گردن پر چھری چلائی اس سے پہلے چھری اپنا کام کرتی کہ حضرت ابراہیمؑ کے کانوں میں آواز پڑی "قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا"[33] "تو نے خواب کو سچ کر دکھایا۔"
حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ہاتھوں کو روک لیا اور اوپر دیکھا تو جبرائیلؑ اللہ کے حکم سے دنبہ لے کر حاضر ہوئے جو کہ حضرت اسماعیلؑ کے بدلے میں ذبح کیا گیا۔

واقعہ عام الفیل: واقعہ عام الفیل کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ الفیل میں ہے، جو کہ یہ ہے: "أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِّيلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ "[34]

"کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا ان کا داؤ غلط نہیں گیا؟ اور ان پر جھلڑ جھلڑ کے جانور بھیجے جو ان پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے تو ان کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھُس۔"

اس سورۃ میں اصحابِ فیل کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی، ہاتھیوں کے ذریعے بیت اللہ کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ان پر عذاب نازل کیا، پرندوں کے ذریعے اللہ نے ان کو نیست و نابود کر دیا۔ یہ واقعہ مکہ مکرمہ میں اس سال پیش آیا جس سال حضور ﷺ کی ولادت ہوئی، لیکن بعض محدثین اس واقعہ کو معجزہ قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ جب کسی نبی کو دنیا میں بھیجتا ہے تو معجزے کی صورت میں نشانیاں ظاہر فرماتا ہے، ان کو ارہاص کہا جاتا ہے، لہذا آسمانی عذاب کے ذریعے اصحاب الفیل کو روک دینا انہی ارہاصات میں سے ہے۔[35]

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ یمن پر بادشاہ حمیر کا قبضہ تھا۔ یہ لوگ شرک پسند تھے۔ ان کے آخری بادشاہ کا نام ذونواس تھا جو کہ بہت ظالم تھا، اس نے ایک وسیع و عریض خندق کھدوائی جس کو آگ سے بھر دیا اور پھر اس خندق میں ان نصرانیوں کو ڈالا جو کہ بت پرستی کے خلاف تھے، اللہ کی عبادت کرتے تھے، ان لوگوں کی تعداد 20 ہزار تھی۔ ان لوگوں میں سے دو لوگ اس آگ سے بچ کر ملک شام چلے گئے، وہاں کے بادشاہ سے کہا کہ حمیر کے بادشاہ ذونواس نے نصاریٰ پر ایسا ظلم و ستم کیا ہے، آپ اس سے انتقام لیں۔ چنانچہ شام کے بادشاہ نے حبشہ کے نصرانی بادشاہ کو خط لکھا کہ حمیر کے اس ظالم بادشاہ سے انتقام لو، پس حبشہ کے بادشاہ نے دو لشکر اس بادشاہ ذونواس کے مقابلے میں بھیجے، وہ دو لشکر ارباط اور ابرہہ کی قیادت میں بھیجے گئے۔ ان دو لشکروں کے ذریعے حمیر کے بادشاہ ذونواس کو شکست ہوئی اور وہ بھاگتا ہوا دریا کی نذر ہو کر مر گیا۔ اس کے بعد یمن پر بادشاہ حبشہ کا قبضہ ہو گیا۔ اس نے یمن پر قبضہ کرنے کے بعد یہاں پر ایک خوبصورت کنیسہ بنایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ میں حج، طواف اور عبادت کے لیے جاتے ہیں، وہ اس کنیسہ میں عبادت کریں۔ یمن سے مکہ مکرمہ کی طرف بیت اللہ کے حج کے لیے کوئی نہ جائے، چونکہ عرب میں بت پرستی عام تھی، لیکن لوگوں کے دلوں میں دینِ ابراہیمی اور خانہ کعبہ کی عظمت پیوست تھی، جب حبشہ کے بادشاہ نے یہ بات کی کہ اب عبادت اس کنیسہ میں کی جائے اور حج کے لیے خانہ کعبہ کوئی نہ جائے تو اس کی اس بات سے قحطانی اور قریشی لوگوں میں غصے کی لہر دوڑ گئی، انہوں نے رات کے وقت کنیسہ میں داخل ہو کر اس کو گندگی سے آلودہ کر دیا، لیکن بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے کنیسہ میں آگ لگا دی جس کی وجہ سے کنیسہ کی عمارت کو سخت نقصان پہنچا۔ جب ابرہہ کو اس بات کی خبر ملی تو اس نے قسم کھائی کہ میں خانہ کعبہ کو تباہ کر دوں گا، چنانچہ اس نے نجاشی حبشہ سے اجازت مانگی۔ نجاشی حبشہ نے محمود نامی ہاتھی ابرہہ کے پاس بھیج دیا جس پر سوار ہو کر ابرہہ بیت اللہ کی طرف اس پر حملہ کرنے کے لیے گیا۔ بیت اللہ کو ڈھانے کے لیے ہاتھیوں سے کام لیا گیا۔ تاکہ بیت اللہ کے ستونوں میں زنجیریں باندھ کر وہ زنجیریں ہاتھیوں کے گلے میں ڈال دیں تو (نعوذ باللہ) سارا بیت اللہ اس سے گر جائے گا۔[36] جب عرب میں یہ خبر پھیلی تو سارا عرب مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔ ان عربوں میں ایک شخص تھا جس کا نام ذونفر تھا، اس نے عربوں کی قیادت کی اور انہوں نے ابرہہ کے خلاف جنگ کی۔ جس میں ذونفرہ کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد ابرہہ نے نفیل بن حبیب سے جنگ کی، اس میں بھی ابرہہ فاتح

ہوا، پس اس کی فتح کے واقعات کئی لوگ سن چکے تھے۔ اس کے بعد طائف والوں نے ابو رغال نامی سردار کو ابرہہ کے ساتھ بھیجا، ابرہہ لشکر لے کر مکہ پہنچا، انہوں نے مکہ مکرمہ میں سے عبد المطلب کے اونٹ گرفتار کیے اور ابرہہ نے کسی قاصد کو قریش کے پاس بھیجا اور کہا کہ قریشیوں سے کہو کہ ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، ہم صرف کعبہ کو ڈھانا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد عبد المطلب ابرہہ کے پاس گئے، ان سے کہا کہ خانہ کعبہ اللہ کا گھر ہے وہ اس کی حفاظت فرمائے گا، میں صرف اپنے اونٹ واپس لینا چاہتا ہوں جو تم نے گرفتار کیے ہیں۔ یہ بات سننے کے بعد ابرہہ نے اپنے ترجمان کے ذریعے کہا کہ میں تو سمجھا آپ خانہ کے متعلق بات کریں گے، اس کے جواب میں عبد المطلب نے کہا کہ میں خانہ کعبہ کا مالک نہیں ہوں، جو اس کا مالک ہے وہ اس کی حفاظت کرے گا۔ میں اپنے اونٹ واپس لینا چاہتا ہوں کیونکہ میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ لیکن بعض کتب میں یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ عبد المطلب نے ابرہہ سے کہا کہ وہ خانہ کعبہ کو نہ ڈھائے، ہم پورے تہامہ کی ایک تہائی پیداوار آپ کو بطورِ خراج ادا کرتے رہیں گے، ابرہہ نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ابرہہ لشکر لے کر بیت اللہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ ابرہہ نے اپنے محمود نامی ہاتھی کے ذریعے بیت اللہ؛ پر چڑھائی کی۔ نفیل بن حبیب نامی شخص نے ابرہہ کے ہاتھی کو پکڑ کر کہا کہ تو جہاں سے آیا ہے وہیں واپس لوٹ جا کیونکہ تو اللہ کے محفوظ و مامون شہر یعنی مکہ جس کو بلاد الامین کہا جاتا ہے، وہاں آیا ہے، ہاتھی یہ بات سنتے ہی بیٹھ گیا، لیکن اللہ کی قدرت کا کرنا ایسا ہوا، جب ابرہہ نے خانہ کعبہ پر حملے کی کوشش کی تو اللہ نے پرندوں کو اس کے مقابلے کے لیے بھیج دیا۔ ان پرندوں کے پاس تین تین کنکریاں تھیں، جو کہ ریوالور گولی سے بھی زیادہ تیز تھیں، جس پر پڑتی تھیں اس کے بدن کو چھید کر دیتی تھیں۔ یہ کنکریاں دیکھ کر سارے ہاتھی بھاگ گئے اور ایک ہاتھی ہلاک ہو گیا۔ ابرہہ اللہ کے اس عذاب سے فوراً ہلاک نہیں ہوا۔ اس کے جسم کا ایک ایک جوڑ گل سڑ کر گرنے لگا تو اس کو یمن لایا گیا۔ اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور یہ مر گیا۔ اس کے محمود نامی ہاتھی کے بان مکہ میں رہ گئے اور وہ ہاتھی بان بھی اللہ کے عذاب سے اندھے اور اپاہج ہو گئے۔ اصحاب الفیل کے اس واقعے نے پورے عرب کے دلوں میں قریش کی عزّت و عظمت بڑھا دی۔ اور سب لوگ یہ ماننے لگے کہ یہ اللہ والے ہیں۔

اس واقعہ سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اہل عرب اس وقت کچھ مشرک تھے اور بتوں کی پوجا بھی کرتے تھے، اس کے باوجود جب ابرہہ مکہ کی طرف لشکر لے کر آیا تو قریشیوں نے اللہ سے مدد کی دعا کی، جس کی وجہ سے لوگوں کے دل اللہ کے یقین کی طرف پختہ ہو گئے اور اللہ نے اپنے گھر کی حفاظت خود فرمائی۔[37]

تفسیر تفہیم القرآن میں اس واقعہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ قریش کے کچھ لوگ شرک پسند تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے، بتوں کو معبود سمجھتے تھے، لیکن جب ابرہہ کے لشکر سے ان پر خوف طاری ہوا تو انہوں نے اللہ سے دعا کی، اللہ نے ان کی دعا سن لی، کعبہ پر ابرہہ کے حملے کو ناکام کر دیا تو قریش سمجھنے لگے کعبہ کی حفاظت کسی دیوی دیوتا کا کام نہیں بلکہ کعبہ کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اس واقعہ کے بعد قریش کے جو مشرک لوگ تھے ان کو اللہ کی ذات پر یقین کامل ہو گیا اور پھر وہ اللہ کی عبادت کرنے لگے۔ اس واقعہ کے بعد انہوں نے اس بات پر بھی غور کیا کہ حضور ﷺ جس دین کی دعوت دے رہے ہیں وہی سچا دین ہے، اور اللہ کی ذات وحدہ لاشریک ہے اور اسی کی عبادت کی جائے، اگر اس کی

ذات سے انکار کیا گیا تو جس طرح اللہ نے ابرہہ اور اس کے لشکر کو نیست و نابود کیا، اسی طرح ہم پر بھی اس کا غصب مسلط ہو جائے گا۔[38]

واقعہ تحکیم (واقعہ حجر اسود): واقعہ تحکیم کا بیان کچھ اس طرح ہے کہ اسلام سے قبل خانہ کعبہ کی تعمیر و مرمت کی گئی۔ اسی دوران حجر اسود کی تنصیب کا معاملہ پیش آیا، جس کی وجہ سے عربوں کے قبائل میں جھگڑا ہونے لگا۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنی حسنِ تدبیر سے اس معاملے کا بہترین حل بتایا، جس کی وجہ سے عربوں میں جو جھگڑا ہو رہا تھا وہ ختم ہو گیا۔ تاریخ میں اس واقعہ کو واقعہ تحکیم یا واقعہ حجر اسود کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حجر اسود کا واقعہ اس سال پیش آیا جب آپ ﷺ کی عمر مبارک 35 برس تھی۔ واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ جب خانہ کعبہ یعنی بیت اللہ کی تعمیر و مرمّت مکمل ہوئی تو حجر اسود کو بیت اللہ میں نصب کرنے کی باری آئی، ہر شخص چاہتا تھا کہ اس کو نصب کرنے کی سعادت وہ حاصل کرے۔ جس کی وجہ سے عرب قبائل میں آپس میں جھگڑا شروع ہو گیا، اس پر حضور ﷺ نے اپنی حسنِ تدبیر سے فیصلہ فرمایا کہ جو شخص کل صبح بیت اللہ میں سب سے پہلے داخل ہو گا، اس کا فیصلہ قبول کر لیا جائے گا۔ چنانچہ اگلی صبح سب سے پہلے بیت اللہ میں حضور ﷺ داخل ہوئے، آپ ﷺ کو دیکھ کر سب کے سب پکار اُٹھے، امین آ گیا ہمیں آپ کا فیصلہ قبول ہو گا۔ پس آپ ﷺ نے حکم دیا کہ چادر بچھائی جائے، اس پر حجر اسود کو رکھا جائے، اور تمام قبائل کے سرداروں کو چادر کے کونے پکڑنے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام سرداروں نے چادر کو پکڑ کر اس جگہ رکھا، جہاں حجرِ اسو کو نصب کرنا تھا۔ آپ ﷺ کے اس فیصلے سے تمام قبائل کے درمیان لڑائی جھگڑا ہونے سے بچ گیا۔[39]

تاریخ حجر اسود کی کتاب میں حجر اسود کی تفصیل اس طرح بیان ہوئی ہے: حجر اسود کے معنی سیاہ رنگ کے پتھر کے ہیں۔ یہ بیضوی شکل کا پتھر ہے۔ اسی پتھر کے قریب سے طواف کا آغاز کیا جاتا ہے۔ اس پتھر کو رکنِ اسود بھی کہا جاتا ہے۔ حجر اسود کے بارے میں روایت ہے کہ وہ پتھر ہے جو کہ حضرت جبرائیلؑ جنّت سے لائے تھے، اس لیے اس کو جنّت کا پتھر بھی کہا جاتا ہے۔ حجر اسود ابتداء میں چاندی سے بھی زیادہ سفید تھا۔ بعد میں بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے یہ سیاہ رنگ کا ہو گیا۔ جب لوگوں نے اس کا استلام کرنا شروع کیا تو سیاہ رنگ کا ہوتا گیا۔[40]

حجر اسود کے بارے میں عیسائیوں کا نقطہ نظر:

حجر اسود کے بارے میں عیسائیوں کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حجر اسود ایک لاوا ہے یا پھر شہاب ثاقب ہے۔

سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمد میں لکھتا ہے: "حجر اسود کا رنگ سرخی سیاہ مائل ہے، لاکھوں لوگوں کے چومنے سے اس پر پالش ہو گئی ہے۔ اس کے باوجود بھی یہ آج تک ناہموار سطح رکھتا ہے، اس لیے اس کے لاوا ہونے کی شناخت ہے۔"[41]

حجر اسود کی اصلیت کے بارے میں مصنف علی شبیر کی رائے: مصف کہتا ہے کہ حجر اسود کو چھونے اور چومنے کا مجھے کئی مرتبہ موقع ملا، میری رائے ہے کہ یہ آسمان سے گرا ہوا ایک پتھر ہے یا پھر جنّت سے لایا ہوا یاقوت ہے۔[42]

لاوا سے مراد یہ ہے کہ جب آتش فشاں پہاڑ پھٹتا ہے تو اس سے ایک سیال آتش مادہ نکلتا ہے، جس کو لاوا کہا جاتا ہے، یہ ٹھنڈا ہو کر پتھر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ شہاب ثاقب سے مراد یہ ہے کہ ان تمام حجری اقسام کو کہتے ہیں جو کہ آسمان سے زمین پر گرتے ہیں۔ ان حجر کی تین اقسام ہوتی ہیں۔ ایک لوہے کی قسم ہوتی ہے، دوسرا پتھر، تیسرا لوہا اور پتھر کی قسم ہوتی ہے۔[43]

حجر اسود کا نام حجر اسود کب پڑا: حجر اسود ابتداء میں چاندی کی طرح سفید تھا تو اب سوال یہ ہے کہ اس کا نام حجر اسود کب اور کیوں رکھا گیا؟ حدیث میں ہے: "عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الرُّكْنَ، وَالْمَقَامَ يَاقُوتَتَانِ مِنْ يَاقُوتِ الْجَنَّةِ"[44] "عبداللہ بن عمر کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم دونوں جنّت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں۔"

اس حدیث سے واضح ہے کہ حجر اسود کو یاقوت کہا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ حجر اسود جب ابتداء میں آسمان سے اترا تھا تو سفید تھا، بعد میں لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے یہ سیاہ ہو گیا۔ دوسری حدیث میں ہے: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَزَلَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ"[45] "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حجر اسود جنّت سے اترا، وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا، لیکن بنی آدم کے گناہوں نے اسے کالا کر دیا۔"

درج بالا حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حجر اسود وہ پتھر تھا جو کہ جنّت سے آیا اور دودھ سے زیادہ سفید تھا، پس جب لوگوں نے اسے چھونا شروع کیا تو یہ سیاہ ہوتا چلا گیا۔ حضور ﷺ کے دور میں حجر اسود نام رکنِ حجر یا یاقوت تھا، اس کے بعد بنو امیہ کے دور میں عبداللہ بن زبیر کے عہد میں آتشزدگی ہوئی تو حجر اسود آگ کی شدّت سے جل گیا، پس اس وقت سے اس کو حجرِ اسود کہا جاتا ہے۔

فریم حجرِ اسود: عبداللہ بن زبیر نے حجرِ اسود پر سب سے پہلے چاندی چڑھوائی، یہ اس وقت کی بات ہے جب بیت اللہ میں آگ لگ گئی تھی اور رکنِ اسود بھی جل گیا تھا اور تین ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ اس کے بعد 1268ھ میں حجرِ اسود کو سونے میں عبدالمجید خان نے مڑھوایا تھا، اس کے بعد سلطان عبدالعزیز خان نے اس کی چاندی کو موجودہ چاندی سے بدل دیا۔ موجودہ دور میں حجرِ اسود بیت اللہ کی دیوار کے اندر نصب کر دیا گیا ہے، کیونکہ شر پسند لوگوں نے اس پر حملہ کیا تھا، اس کے بچاؤ کے لیے اس کو بیت اللہ کی دیوار میں نصب کر دیا گیا ہے، مجرموں نے اس پر کئی بار حملہ کیا جس کی وجہ سے اس پر ٹوٹ پھوٹ کے نشان بھی ہیں۔[46]

تعظیم حجرِ اسود: حجرِ اسود وہ عظیم پتھر ہے جس کی تعظیم تمام مسلمان کرتے ہیں۔ یہ وہ پتھر ہے جس کو لوگ چھوتے بھی ہیں اور بوسہ بھی لیتے ہیں۔ اس پتھر کو چھونے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک پاک وصاف جگہ حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کے درمیان والی ہے۔ اس کے علاوہ حجرِ اسود کی یہ فضیلت بھی ہے کہ اس کے قریب جو دعا مانگی جاتی ہے وہ کبھی رد نہیں ہوتی۔

تاریخ بیت اللہ میں حجرِ اسود کے بارے میں ہے کہ بیت اللہ کے مشرقی کونے کو رکنِ اسود کہتے ہیں۔ حجرِ اسود بیضوی شکل کا شفاف پتھر ہے۔ یہ جنّت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے۔ حدیث میں ہے: "عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الرُّكْنَ، وَالْمَقَامَ يَاقُوتَتَانِ مِنْ يَاقُوتِ الْجَنَّةِ"[47] "عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم دونوں جنّت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں۔"

اس کے علاوہ ایک اور حدیث میں ہے: "قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَزَلَ الحَجَرُ الأَسْوَدُ مِنَ الجَنَّةِ، وَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ"[48] "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حجر اسود جنّت سے اترا، وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا، لیکن بنی آدم کے گناہوں نے اسے کالا کر دیا۔"

پس ان دو احادیث سے حجرِ اسود کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ حجاج کرام طواف کا آغاز حجرِ اسود کے مقام سے کرتے ہیں اور طواف کے دوران ہی حجرِ اسود کو بوسہ دیا جاتا ہے۔ بیت اللہ میں طواف کے دوران حجاج کرام کا مجمع ہوتا ہے، ان میں کچھ لوگ کمزور ہوتے ہیں جو کہ حجرِ اسود کو بوسہ دینے کی سعادت حاصل نہیں کر سکتے، پس ایسے لوگ ہاتھ کے اشارے یا پھر چھڑی کے اشارے سے حجر اسود کا بوسہ لیتے ہیں۔ حجرِ اسود کو بوسہ دینے اور استلام کرنے کے بارے میں کافی احادیث ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔ حدیث میں ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجِسَ، قَالَ: رَأَيْتُ الْأُصَيْلِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُولُ: إِنِّي لَأُقَبِّلُكَ، وَإِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ، مَا قَبَّلْتُكَ"[49] "عبداللہ بن سرجس کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب کو دیکھا کہ وہ حجر اسود کو چوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے میں تجھے چوم رہا ہوں، حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ فائدہ، اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتا نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا۔

استلام حجرِ اسود کی فضیلت: حجر اسو وہ پتھر ہے جس کو حضور ﷺ کے مبارک ہاتھوں نے چھوا، حجر اسود کی فضیلت اس حدیث سے ظاہر ہے: "قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَأْتِيَنَّ هَذَا الْحَجَرُ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا، وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهِ، يَشْهَدُ عَلَى مَنْ يَسْتَلِمُهُ، بِحَقٍّ"[50] "عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ پتھر قیامت کے دن آئے گا، اس کی دو آنکھیں ہوں جن سے وہ دیکھ رہا ہوگا، ایک زبان ہوگی جس سے وہ بول رہا ہوگا اور وہ گواہی دے گا اس شخص کے حق میں جس نے حق کے ساتھ اسے چھوا ہوگا۔"

پس جو شخص حجرِ اسود کا استلام کرے گا، اس کے بارے میں قیامت کے دن خود حجرِ اسود گواہی دے گا۔

حجر اسود جنّت سے لایا ہوا پتھر ہے جو کہ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو عطاء فرمایا تاکہ وہ اس کو بیت اللہ کے کونے میں نصب کر دیں۔ اس کے بعد قریش نے جب بیت اللہ کو از سر نو تعمیر کیا تو حضور ﷺ نے اسے اپنے دستِ مبارک سے بیت اللہ میں نصب فرمایا۔ یہ وہ پتھر ہے جس کو چھونے سے بنی آدم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسی پتھر کے مقابل سے ہی طواف بیت اللہ کی ابتداء اور انتہاء ہوتی ہے۔ حدیث میں حضور ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دینے کے آداب بھی بیان فرمائے ہیں۔[51] حدیث میں ہے:

"أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: يَا عُمَرُ، إِنَّكَ رَجُلٌ قَوِيٌّ، لَا تُزَاحِمْ عَلَى الْحَجَرِ فَتُؤْذِيَ الضَّعِيفَ، إِنْ وَجَدْتَ خَلْوَةً فَاسْتَلِمْهُ، وَإِلَّا فَاسْتَقْبِلْهُ فَهَلِّلْ وَكَبِّرْ"[52] "حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ عمر تم طاقتور

آدمی ہو، حجرِ اسود کو بوسہ دینے میں مزاحمت نہ کرنا، کہیں کمزور آدمی کو تکلیف نہ پہنچے، اگر خالی جگہ مل جائے تو استلام کر لینا، ورنہ محض استقبال کر کے تہلیل و تکبیر پر ہی اکتفاء کرنا۔

پس اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حجرِ اسود کا بوسہ لیتے وقت یا اس کا استلام کرتے وقت کسی دوسرے شخص کو اذیت یا تکلیف نہیں دینی چاہیے۔ اگر کسی شخص کو یہ یقین ہو کہ اگر اس نے حجرِ اسود کا بوسہ لیا تو دوسرے لوگوں کو تکلیف ہو گی تو وہ اشارے سے حجرِ اسود کا استلام اور بوسہ لے سکتا ہے، تاہم سعودی حکومت نے حجرِ اسود کا بوسہ لیتے وقت اس کے ساتھ انتظامیہ کو رکھا ہے، تاکہ لوگوں میں نظم وضبط قائم رہے۔[53]

بیت اللہ کی تعمیر اور آپ ﷺ کی تحکیم کے بارے میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے اپنی کتاب "سیرۃ المصطفیٰ" میں لکھا ہے:

"بیت اللہ کی تعمیرِ اوّل حضرت آدمؑ نے کی تھی اور جس وقت حجر اسود کا واقعہ حضور ﷺ کے دور میں پیش آیا اس وقت بیت اللہ کی تعمیر پانچ بار ہو چکی تھی۔ جب بیت اللہ کو حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا تو اس کے بعد حضرت نوحؑ کے دور میں طوفان آیا جس سے بیت اللہ کی عمارت کو نقصان پہنچا تو حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے حکم سے بیت اللہ کو تعمیر کیا۔ بعثت نبوی سے 5 سال قبل جس وقت حضور ﷺ کی عمر 35 برس تھی، خانہ کعبہ کی عمارت بہت بوسیدہ ہو چکی تھی، بارش کا پانی اس کے اندر داخل ہو جاتا تھا، تو قریش نے اس کو طرزِ ابراہیمی پر دوبارہ تعمیر کیا۔ سب قریشیوں نے مل کر اس کو تعمیر کیا تاکہ اس کی تعمیر میں سب کا حصہ مل جائے اور کوئی اس سعادت سے محروم نہ ہو۔ بیت اللہ کی قدیم عمارت کو ولید بن مغیرہ نے منہدم کیا اور کہا: "اللھم لانرید الا الخیر"[54] "اے اللہ ہم خیر اور بھلائی کی نیّت رکھتے ہیں۔"

جب بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہو گئی تو قریش کے قبائل میں حجرِ اسود کو نصب کرنے کے لیے جھگڑا شروع ہو گیا، انہوں نے آپس میں تلواریں کھینچ لیں اور جنگ وجدل پر اتر گئے، چنانچہ قریش کے ایک بزرگ آدمی ابوامیہ بن مغیرہ مخزومی نے فیصلہ کیا کہ تم لوگ آپس میں نہ لڑو، کل صبح جو شخص مکہ میں داخل ہو گا اس کو حکم بنالینا، وہ جو فیصلہ کرے منظور کر لینا، پس اگلی صبح حرم میں حضور ﷺ داخل ہوئے، لوگ آپ ﷺ کو دیکھ کر بے ساختہ بول اُٹھے: "ھذا محمد الامین رضینا ھذا محمد الامین۔"[55]

"یہ تو محمد امین ہیں ہم ان کے (حکم) بننے پر یا ان کے فیصلہ پر راضی ہیں، یہ تو محمد امین ہیں۔"

پس آپ ﷺ نے ایک چادر منگوائی، اس پر حجر اسود کو رکھا اور حکم دیا اس چادر کو تمام قبائل کے لوگ پکڑ کر اٹھائیں، پس تمام لوگوں نے مل کر چادر اٹھائی اور آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اس کی اصلی جگہ پر رکھا۔

پس اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی حسنِ تدبیر سے قبائل کے درمیان جھگڑے کو ختم کروایا اور حجرِ اسود کو اُٹھانے کی سعادت بھی تمام قبائل کے لوگوں نے حاصل کی۔

واقعہ معراج النبی ﷺ کا معجزہ: واقعہ معراج النبی ﷺ کی تفصیل سے پہلے لفظ معجزہ کے معنٰی و مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے۔

معجزہ کے لغوی معنی ومفہوم: معجزہ کا مادہ عَجَزَ سے ہے، جس کے معنی کسی چیز پر قادر ہونے کے ہیں، کسی کام سے عاجز آجانا یا پھر کسی کام کے

کرنے کی طاقت نہ رکھنا۔اس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے ایسا کام جس کو کرنے سے انسان عاجز ہو۔معمول کے خلاف ہونے والی عادت کا نام بھی معجزہ ہے۔معجزہ کسی نبی رسول یا انسان کا فعل نہیں، بلکہ اس کے پیچھے اللہ کی قدرت کاملہ کارفرما ہوتی ہے۔[56] اس کے بارے میں قرآن میں ہے: "وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى"[57]

"اے نبی! جب آپ نے ان کو کنکریاں ماری تھیں تو آپ نے نہیں ماری تھیں بلکہ وہ تو اللہ نے ماری تھیں۔"

اس آیت سے یہ بات صاف واضح ہوتی ہے کہ اللہ نے معجزے کے ذریعے اپنے نبی کی مدد کی۔ پس معجزے کا اختیار صرف اور صرف ذاتِ خداوندی کو ہے، انسان اس سے محروم ہے۔اس کا اختیار صرف اللہ کی ذات کو ہے۔

معراج النبی ﷺ کا معجزہ: معراج النبی ﷺ کا واقعہ انسانی تاریخ کا ایک حیرت انگیز واقعہ ہے جس کو پڑھ کر عقل ناقص حیران رہ جاتی ہے۔یوں تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اور بھی بے شمار معجزات عطاء فرمائے، لیکن واقعہ معراج النبی ﷺ ایسا معجزہ ہے جو صرف اللہ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو عطاء فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اُس کے دور میں کسی نہ کسی معجزے سے نوازا، لیکن آپ ﷺ جو کہ ہمارے آخری نبی ہیں ان کو معراج النبی کے معجزے سے نوازا گیا۔[58]

معراج کے معنی: معراج کا لفظ عروج سے ہے، جس کے معنی اوپر جانا اور چڑھنے کے ہیں۔معراج اس چیز کو کہتے ہیں جو اوپر چڑھنے کا ذریعہ بنے ،یعنی سیڑھی۔معراج کا واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے حکم سے حضور ﷺ سواری براق پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچے، وہاں سے آگے جبرائیلؑ آپ کو ساتویں آسمان تک لے گئے، اس کے بعد آپ ﷺ عرش معلیٰ پر پہنچے۔قرآن میں ہے:

"سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى"[59]

"وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک لے گیا۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واقعہ معراج کو بیان فرمایا ہے، جو کہ تاریخ کا ایک خاص معجزہ تھا۔اللہ نے حضور ﷺ کو عطاء فرمایا۔اس سورۃ میں واقعہ معراج کو واقعہ اسریٰ بھی کہا گیا ہے۔یہ سفر رات کے وقت ہوا اور اللہ نے حضور ﷺ کو یہ سفر جبرائیلؑ کے ذریعے حرم سے بیت المقدس تک کروایا، پھر آگے آسمانوں کی سیر کروائی جس کو معراج کہا جاتا ہے۔یہ سفر آپ ﷺ کے لیے ایک اعزازی یعنی عظیم سفر تھا۔اس سفر کے بارے میں کافی دلائل ہیں جو کہ احادیث اور اجماعِ صحابہ سے ثابت ہیں کہ یہ سفر حضور ﷺ کا خواب میں نہیں ہوا تھا بلکہ عالمِ بیداری اور جسمانی ہوا تھا، جیسا کہ تمام عام انسان سفر کرتے ہیں۔اگر واقعہ معراج خواب کے ذریعے ہوتا تو آپ ﷺ کو امّ ہانی یہ بتانے سے منع نہ کرتیں، جب آپ ﷺ نے معراج کا ذکر اُمّ ہانی سے کیا تو آپ نے حضور ﷺ کو منع فرمایا کہ لوگوں سے اس کا ذکر مت کیجیے گا، لیکن جب حضور ﷺ نے اس کا ذکر لوگوں سے کیا تو کفار آپ ﷺ کا مذاق اُڑانے لگے اور بعض ایسے مسلمان جو نئے نئے دین میں داخل ہوئے تھے، وہ بھی مرتد ہو گئے تھے۔ان کا کہنا تھا کہ کیسے کوئی شخص رات کے پہر میں آسمانوں کا سفر کر سکتا ہے۔پس یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے بیداری کے عالم میں معراج کا سفر کیا۔آپ ﷺ مکہ سے بیت المقدس تک براق سواری پر سوار ہو کر گئے اور بیت

المقدس میں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ پہلے آسمان پر تشریف لے گئے، پس اللہ نے سفرِ معراج کے ذریعے حضور ﷺ کو سات آسمانوں کو سیر کروائی۔ ہر آسمان پر فرشتوں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا اور ہر آسمان پر مختلف انبیاء سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی۔ چھٹے آسمان پر حضور ﷺ کی ملاقات حضرت موسیٰؑ سے ہوئی اور ساتویں آسمان پر حضور ﷺ کی ملاقات حضرت ابراہیمؑ سے ہوئی۔ حضور ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ کو بھی دیکھا اور اسی جگہ پر آپ ﷺ نے جبرائیلؑ کو ان کی اصل شکل میں دیکھا۔ اسی سفر میں رسول اللہ ﷺ کو جنّت و دوزخ کی سیر کرائی گئی اور آپ ﷺ کو امّت کے لیے پچاس نمازوں کا تحفہ ملا، جس کو آپ ﷺ نے کم کروایا، یہاں تک کہ امّت پر پانچ نمازیں دن میں فرض کر دی گئیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ واپس بیت المقدس اترے، وہاں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور پھر براق پر سوار ہو کر واپس مکہ پہنچ گئے۔[60] حدیث میں ہے:

"أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ أُسْرِيَ بِهِ:"بَيْنَمَا أَنَا فِي الحَطِيمِ،وَرُبَّمَا قَالَ:فِي الحِجْرِمُضْطَجِعًا إِذْ أَتَانِي آتٍ،فَقَدَّ:قَالَ:وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ:فَشَقَّ مَا بَيْنَ هَذِهِ إِلَى هَذِهِ فَقُلْتُ لِلْجَارُودِ وَهُوَ إِلَى جَنْبِي:مَا يَعْنِي بِهِ؟قَالَ:مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهِ إِلَى شِعْرَتِهِ،وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ:مِنْ قَصِّهِ إِلَى شِعْرَتِهِ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: مِنْ قَصِّهِ إِلَى شِعْرَتِهِ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِي،ثُمَّ أُتِيتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوءَةٍ إِيمَانًا، فَغُسِلَ قَلْبِي،ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ أُعِيدَ،ثُمَّ أُتِيتُ بِدَابَّةٍ دُونَ البَغْلِ،وَفَوْقَ الحِمَارِ أَبْيَضَ،فَقَالَ لَهُ الجَارُودُ: هُوَ البُرَاقُ يَا أَبَا حَمْزَةَ؟ قَالَ أَنَسٌ:نَعَمْ يَضَعُ خَطْوَهُ عِنْدَ أَقْصَى طَرْفِهِ،فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ،فَانْطَلَقَ بِي جِبْرِيلُ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ،فَقِيلَ مَنْ هَذَا؟قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ:وَمَنْ مَعَكَ؟قَالَ: مُحَمَّدٌ،قِيلَ:وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟قَالَ:نَعَمْ،قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ المَجِيءُ جَاءَ فَفَتَحَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا فِيهَا آدَمُ، فَقَالَ:هَذَا أَبُوكَ آدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ الخ "[61]

"نبی کریم ﷺ نے ان سے شبِ معراج کا واقعہ بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا۔ بعض دفعہ قتادہ نے حطیم کے بجائے حجر بیان کیا کہ میرے پاس ایک صاحب (جبرائیل علیہ السلام) آئے اور میرا سینہ چاک کیا۔ قتادہ نے بیان کیا کہ میں نے انس سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ یہاں سے یہاں تک۔ میں نے جارود سے سنا جو میرے قریب ہی بیٹھے تھے۔ پوچھا کہ انس کی اس لفظ سے کیا مراد تھی؟ تو انہوں نے حلق سے ناف تک چاک کیا (قتادہ نے بیان کیا کہ) میں نے انس سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے سینے کے اوپر سے ناف تک چاک کیا، پھر میرا دل نکالا اور سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا، اس سے میرا دل دھویا گیا اور پہلے کی طرح رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد ایک جانور لایا گیا جو گھوڑے سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا اور سفید! جارود نے انس سے پوچھا: ابو حمزہ! کیا وہ بُراق تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس کا ہر قدم اس کے منتہائے نظر پر پڑتا تھا (نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ) مجھے اس پر سوار کیا گیا اور جبرائیل مجھے لے کر چلے، آسمان دنیا پر پہنچے تو دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون صاحب ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جبرائیل (علیہ السلام)، پوچھا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ آپ نے بتایا کہ محمد (ﷺ)۔ پوچھا گیا۔ کیا انہیں بلانے کے لیے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس پر آواز آئی (انہیں) خوش آمدید! کیا ہی مبارک آنے والے ہیں وہ، اور دروازہ کھول دیا۔ جب میں اندر گیا تو میں نے تو میں نے وہاں آدم (علیہ السلام)

کو دیکھا، جبرائیل (علیہ السلام) نے فرمایا: یہ آپ کے جد امجد آدم (علیہ السلام) ہیں انہیں سلام کیجیے۔ میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے جواب دیا اور فرمایا: خوش آمدید نیک بیٹے اور نیک نبی۔ جبرائیل (علیہ السلام) اوپر چڑھے اور دوسرے آسمان پر آئے، وہاں بھی دروازہ کھلوایا۔ آواز آئی کون صاحب ہیں؟ بتایا کہ جبرائیل (علیہ السلام)۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ کوئی اور صاحب بھی ہیں؟ کہا محمد ﷺ۔ پوچھا گیا کیا آپ کو ان کو بلانے کے لیے بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر آواز آئی انہیں خوش آمدید۔ کیا ہی اچھے آنے والے ہیں وہ۔ پھر دروازہ کھلا اور میں اندر گیا تو وہاں یحییٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) موجود تھے۔ یہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرائیل (علیہ السلام نے فرمایا یہ یحییٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) ہیں انہیں سلام کیجیے، میں نے سلام کیا اور ان حضرات نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: خوش آمدید نیک نبی اور نیک بھائی۔ یہاں سے جبرائیل (علیہ السلام) مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے کر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون صاحب آئے ہیں؟ جواب دیا کہ جبرائیل۔ پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون صاحب آئے ہیں؟ جواب دیا کہ محمد (ﷺ)۔ پوچھا گیا کیا انہیں لانے کے لیے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ جواب دیا کہ ہاں، اس پر آواز آئی انہیں خوش آمدید۔ کیا ہی اچھے آنے والے ہیں وہ۔ دروازہ کھلا اور جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں یوسف (علیہ السلام) موجود تھے۔ جبرائیل (علیہ السلام) نے فرمایا: یہ یوسف (علیہ السلام) ہیں، انہیں سلام کیجیے، میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا اور فرمایا: خوش آمدید نیک نبی اور نیک بھائی۔ پھر جبرائی (علیہ السلام) مجھے لے کر اوپر چڑھے اور چوتھے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا تو پوچھا گیا کون صاحب ہیں؟ بتایا کہ جبرائیل۔ پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد (ﷺ)۔ پوچھا گیا کیا انہیں بلانے کے لیے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ جواب دیا کہ ہاں۔ کہا کہ انہیں خوش آمدید۔ کیا ہی اچھے آنے والے ہیں وہ۔ اب دروازہ کھلا جب میں وہاں ادریس (علیہ السلام) کی خدمت میں پہنچا تو جبرائیل (علیہ السلام) نے فرمایا: یہ ادریس (علیہ السلام) ہیں انہیں سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا اور انہوں نے جواب دیا اور فرمایا خوش آمدید پاک بھائی اور نیک نبی۔ پھر مجھے لے کر پانچویں آسمان پر آئے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون صاحب ہیں؟ جواب دیا کہ جبرائیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون صاحب آئے ہیں؟ جواب دیا کہ محمد (ﷺ)۔ پوچھا گیا کیا انہیں بلانے کے لیے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ جواب دیا کہ ہاں۔ اب آواز آئی خوش آمدید کیا ہی اچھے آنے والے ہیں وہ، یہاں جب میں ہارون (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوا تو جبرائیل (علیہ السلام) نے بتایا کہ یہ ادریس (علیہ السلام) ہیں انہیں سلام کیجیے، میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب کے بعد فرمایا: خوش آمدید ایک نبی اور نیک بھائی! یہاں سے لے کر مجھے آگے بڑھے اور چھٹے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون صاحب ہیں؟ جواب دیا کہ جبرائیل۔ پوچھا گیا کیا کہ آپ کے ساتھ کوئی دوسرے صاحب بھی آئے ہیں؟ جواب دیا کہ محمد (ﷺ)۔ پوچھا گیا کیا انہیں بلانے کے لیے آپ کو بھیجا گیا تھا۔ جواب دیا کہ ہاں۔ پھر کہا انہیں خوش آمدید کیا ہی اچھے آنے والے ہیں وہ۔ میں جب وہاں موسیٰ (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوا تو جبرائیل (علیہ السلام) نے فرمایا یہ موسیٰ (علیہ السلام) ہیں انہیں سلام کیجیے، میں نے سلام کیا اور انہوں نے جواب کے بعد فرمایا: خوش آمدید نیک نبی اور نیک بھائی۔ جب میں آگے بڑھا تو وہ رونے لگے، کسی نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں اس پر رو رہا ہوں کہ یہ لڑکا میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا لیکن جنّت میں اس کی امّت کے لوگ میری امّت سے زیادہ ہوں گے۔

پھر جبرائیل (علیہ السلام) مجھے لے کر ساتویں آسمان کی طرف گئے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون صاحب ہیں؟ جواب دیا کہ جبرائیل۔ پوچھا گیا کیا کہ آپ کے ساتھ کوئی دوسرے صاحب بھی آئے ہیں؟ جواب دیا کہ محمد (ﷺ)۔ پوچھا گیا کیا انہیں بلانے کے لیے آپ کو بھیجا گیا تھا۔ جواب دیا کہ ہاں۔ پھر کہا انہیں خوش آمدید کیا ہی اچھے آنے والے ہیں وہ۔ میں جب اندر گیا تو ابراہیم (علیہ السلام) تشریف رکھتے تھے۔ جبرائیل (علیہ السلام) نے فرمایا: یہ آپ کے جدامجد ہیں انہیں سلام کیجیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا اور فرمایا: خوش آمدید ایک نبی اور ایک بیٹے! پھر سدرۃ المنتہیٰ کو میرے سامنے کر دیا گیا میں نے دیکھا کہ اس کے پھل مقام حجر کے مٹکوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے اور اس کے پتے ہاتھیوں کے کان کی طرح تھے۔ جبرائیل (علیہ السلام) نے فرمایا: کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ وہاں میں چار نہریں دیکھیں دو باطنی اور دو ظاہری۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کیا ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جو وہ باطنی نہریں ہیں وہ جنّت سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ ظاہری نہریں نیل اور فرات ہیں۔ پھر میرے سامنے بیت المعمور کو لایا گیا۔ وہاں میرے سامنے ایک گلاس میں شراب، ایک میں دودھ اور ایک میں شہد لایا گیا۔ میں نے دودھ کا گلاس لے لیا تو جبرائیل (علیہ السلام) نے فرمایا یہی فطرت ہے اور آپ اس پر قائم ہیں اور آپ کی امّت بھی! پھر مجھ پر روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں، میں واپس ہوا اور موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا کس چیز کا آپ کو حکم ہوا؟ میں نے کہا روزانہ پانچ وقت کی نمازوں کا۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا: لیکن آپ کی امّت میں اتنی طاقت نہیں ہے، اس سے پہلے میرا واسطہ لوگوں سے پڑ چکا ہے اور بنی اسرائیل کا مجھے تلخ تجربہ ہے۔ اس لیے آپ اپنے رب کے حضور میں دوبارہ جائیے اور اپنی امّت پر تخفیف کے لیے عرض کیجیے، چنانچہ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں دوبارہ حاضر ہوا اور تخفیف کے لیے عرض کی تو دس وقت کی نمازیں کم کر دی گئیں۔ پھر میں جب واپسی میں موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پھر وہی سوال کیا، میں دوبارہ بارگاہ رب تعالیٰ میں حاضر ہوا اور اس مرتبہ بھی دس وقت کی نمازیں کم ہوئیں۔ پھر میں موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو انہوں نے وہی مطالبہ کیا، میں نے اس مرتبہ بھی رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دس وقت کی نمازیں کم کروائیں۔ موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے پھر گزرا، انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کیا، پھر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوا تو مجھے دس وقت کی نمازوں کا حکم ہوا، میں واپس ہونے لگا تو آپ نے پھر وہی کہا، اب بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوا تو پانچ وقت کی نمازوں کا حکم باقی رہا۔ موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آیا تو آپ نے دریافت فرمایا اب کیا حکم ہوا؟ میں نے موسیٰ (علیہ السلام) کو بتایا کہ روزانہ پانچ وقت کی نمازوں کا حکم ہوا ہے۔ فرمایا آپ کی امّت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی، میرا واسطہ آپ سے پہلے لوگوں سے پڑ چکا ہے اور بنی اسرائیل کا مجھے تلخ تجربہ ہے۔ اپنے رب کے دربار میں پھر حاضر ہو کر تخفیف کے لیے عرض کیجیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ سے میں بہت سوال کر چکا اور اب مجھے شرم آتی ہے۔ اب میں بس اسی پر راضی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر جب میں وہاں سے گزرنے لگا تو ندا آئی میں نے اپنا فریضہ جاری کر دیا اور اپنے بندوں پر تخفیف کر چکا۔"

پس اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کو معراج پر لے جانے سے پہلے جبرائیلؑ اور میکائیلؑ نے آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کر کے اسے زم زم سے دھویا، پھر واپس قلبِ مبارک کو رکھ کر سلائی کر دیا گیا۔ اور جس سواری پر آپ ﷺ سوار ہو کر سفرِ معراج پر

گئے،اس سواری کا نام براق تھا۔ یہ بہشتی جانور کا نام تھا۔اسی سفر میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پچاس نمازوں کا تحفہ دیا، پھر آپ ﷺ نے حضرت موسیٰؑ کے کہنے پر نمازوں کی تعداد کم کروائی جو کہ پانچ ہو گئیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پانچ فرض نمازوں کا تحفہ دیا جو کہ امّت محمدیہ ﷺ پر فرض کر دی گئی ہیں۔اسی سفر میں حضور ﷺ نے مختلف انبیاء کرام سے ملاقات بھی کی تھی۔[62]

سفرِ معراج میں جنّت ودوزخ کی سیر:

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سفرِ معراج کے دوران جنّت ودوزخ کا مشاہدہ بھی کروایا۔کنزالعمال میں ہے:"**أتيت بالبراق وهو دابة أبيض طويل فوق الحمار ودون البغل**"[63]ارشاد فرمایا کہ میرے پاس براق لایا گیا،وہ ایک سفید لمبا جانور تھا۔"

اسی طرح مسند میں ہے:"**أُتِيتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَابَّةٌ أَبْيَضُ طَوِيلٌ يَضَعُ حَافِرَهُ عِنْدَ مُنْتَهَى طَرْفِهِ، فَلَمْ نُزَايِلْ ظَهْرَهُ أَنَا وَجِبْرِيلُ حَتَّى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَفُتِحَتْ لَنَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَرَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ**"[64]"میرے پاس براق لایا گیا،وہ ایک سفید لمبا جانور تھا،منتھائے نظر پر اس کا قدم پڑتا تھا،میں اور جبریل اس کی پیٹھ پر جمے رہے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچ گئے پس ہمارے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور جنّت ودوزخ دکھائی گئی۔"

اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سفرِ معراج میں اللہ نے آپ ﷺ کو جنّت ودوزخ کی سیر بھی کروائی اور حضور ﷺ نے وہاں کے لوگوں کے احوال بھی دیکھے۔دوزخ میں حضور ﷺ نے سود خوروں اور خطباء لوگوں کے احوال بھی دیکھے۔کنزالعمال میں ہے:

"**أتيت ليلة أسري بي على قوم بطونهم كالبيوت فيها الحيات ترى من خارج بطونهم فقلت: من هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء أكلة الربا**"[65]"فرمایا کہ معراج کی رات ایک قوم پر گزر ہوا،ان کے پیٹ کمرہ کے برابر تھے،اس میں سانپ دوڑ رہے تھے جو باہر ہی سے نظر آرہے تھے،میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو بتایا کہ یہ سود خور ہیں۔"

پس اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے دوزخ میں سود خوروں کا انجام دیکھا جن کے پیٹ میں سانپ تھے۔

اسی طرح خطباء کے بارے میں ہے:"**اتيت ليلة أسري بي على قوم تقرض شفاههم بمقاريض من نار كلما قرضت وفت فقلت يا جبريل! من هؤلاء؟ قال: خطباء أمتك الذين يقولون ما لا يفعلون ويقرؤن كتاب الله ولا يعملون به**"[66]

"معراج کی رات میرا گزر ایک قوم پر ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچی سے کاٹے جارہے تھے،جب بھی کاٹا جاتا دوبارہ صحیح ہو جاتا،پس جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟تو بتایا گیا کہ یہ آپ کی امّت کے خطباء ہیں جو وعظ کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے اور اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور پھر اس کے مطابق عمل نہیں کرتے۔"

پس حضور ﷺ نے سفرِ معراج میں جب دوزخ کی سیر کی تو آپ ﷺ نے وہاں ان لوگوں کا حال دیکھا جو دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے،ان کی زبانوں کو فرشتے قینچی سے کاٹ رہے تھے۔

معراج کا واقعہ کب پیش آیا: تاریخ اسلام کی کتاب میں مؤرخ اسلام مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی نے لکھا ہے:

"جس سال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور ﷺ سے ہوا، اسی سال شوال 10 نبوی میں حضور ﷺ کو معراج ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کو جس طرح شقِ صدر کا واقعہ ایک بار سے زائد مرتبہ ہوا اس طرح معراج النبی کا واقعہ بھی کئی مرتبہ پیش آیا۔[67] "ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى"[68]

پس معراج کے بارے میں مختلف مؤرخین اور راویوں نے مختلف تاریخ بتائی ہے اور ساتھ یہ بھی بتایا کہ معراج ایک سے زائد مرتبہ ہوئی۔

غیر مسلم کی شہادت واقعہ معراج سے متعلق: جب حضور ﷺ نے دحیہ کلبی کو اپنا نامہ مبارک دے کر قیصرِ روم کے پاس بھیجا تو قیصر روم نے آپ ﷺ کا نامہ مبارک پھاڑ ڈالا، اس کے بعد آپ ﷺ کی تحقیق کرنے کے لیے عرب کے لوگ اپنے پاس بلوائے، ان میں ابو سفیان ابن حرب بھی شامل تھا، پس ابو سفیان نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اور دل میں چاہا کہ حضور ﷺ کے متعلق ایسی باتیں بیان کروں جس سے حضور ﷺ کی ذات (نعوذ باللہ) حقیر معلوم ہو، چنانچہ اس کے ذہن میں خیال آیا کہ معراج النبی کا واقعہ بیان کروں جس کو قیصر ہرقل خود ہی جھوٹ سمجھ لے گا، پس اس نے قیصر ہرقل سے کہا کہ حضور ﷺ نعوذ باللہ جو کہ مدعی نبوّت ہے، کہتا ہے کہ وہ ایک رات سے پہلے مکہ مکرمہ سے بیت المقدس پہنچا، لیکن اس کی گواہی قیصر ہرقل کے ساتھ کھڑے ایک غیر مسلم شخص نے دی، کہ اس رات کے بارے میں میں جانتا ہوں، قیصر ہرقل نے پوچھا وہ کیسے ؟ اس نے بتایا کہ اُس رات جب میں بیت المقدس کے دروازے بند کرنے لگا تو ایک دروازہ بند نہ ہوا۔ آخر کار اس دروازے کو بند کرنے سے تمام کاریگر عاجز ہو گئے، پھر ہم نے سوچا کہ اس دروازے کو صبح بند کریں گے، صبح پھر میں اس دروازے پر پہنچا، جب اس کو بند کرنے لگے، ایسے محسوس ہوا جیسے کسی نے اس دروازے سے کسی جانور کا باندھ دیا ہو۔ تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج اس دروازے کو اللہ نے بند ہونے سے روکے رکھا، کیونکہ اس رات یہاں نبی آنے والا تھا۔ پس ایک غیر مسلم شخص کی گواہی دینے سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کو معراج نصیب ہوئی۔ اللہ نے آپ ﷺ کو معراج کے ذریعے جنّت و دوزخ کی سیر کروائی۔ جب لوگوں نے حضور ﷺ کا مذاق اُڑایا سفر معراج کے بارے میں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی گواہی دی جس کہ بناء پر ان کو صدیق کا لقب یعنی "سچ کہنے والا" ملا۔[69]

سیرۃ المصطفیٰ میں مولانا ادریس کاندھلوی نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کو سفر طائف کے بعد واقعہ معراج پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جسم اور روح کے ساتھ عالمِ بیداری میں آسمانوں کی سیر کروائی۔[70]

آپ ﷺ معراج پر آسمانوں پر گئے اور تمام آسمانوں کی سیر کی، ہو سکتا ہے کہ اللہ نے آپ کو عرشِ عظیم کی سیر اس لیے کروائی ہو تا کہ ختم نبوّت کی طرف اشارے کو سمجھا جاسکے، کیونکہ جیسے عرشِ عظیم کے بعد کائنات کی انتہاء ہے، اس کے بعد کوئی چیز باقی نہیں، اسی طرح آپ ﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

خلاصہ بحث:

خانہ کعبہ کو بیت اللہ (اللہ کا گھر) کہا جاتا ہے، یہ تمام مسلمانوں کے لیے مقدس ہے۔ یہ سعودی عرب میں واقع ہے۔ اس کو سب سے پہلے

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے بنایا۔ یہ مسلمانوں کا قبلہ ہے، مسلمان اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور ہر سال ذوالحج کے مہینے میں دنیا بھر کے مسلمان یہاں حج کے لیے آتے ہی۔حج دین اسلام کے بنیادی ارکان میں سے پانچواں رکن ہے، حج زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔خانہ کعبہ، کعبہ یا بیت اللہ مسجد حرام کے وسط میں واقع ایک عمارت ہے، جو مسلمانوں کا قبلہ ہے، جس کی طرف رخ کر کے مسلمان عبادت کرتے ہیں۔صاحب حیثیت مسلمانوں پر زندگی میں ایک مرتبہ بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے۔ سیدنا ابراہیم کا قائم کردہ بیت اللہ بغیر چھت کے ایک مستطیل نما عمارت تھی جس کے دونوں طرف دروازے کھلے تھے جو سطح زمین کے برابر تھے جن سے ہر خاص وعام کو گذرنے کی اجازت تھی۔اس کی تعمیر میں 5 پہاڑوں کے پتھر استعمال ہوئے تھے جبکہ اس کی بنیادوں میں آج بھی وہی پتھر ہیں جو سیدنا ابراہیم نے رکھے تھے۔بیت اللہ کی ضرورت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ تمام مسلمان پانچ وقت کی فرض نماز اسکی طرف منہ کر کے ادا کرتے ہیں بیت اللہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت اور اس کا طواف کرنا بہترین عمل ہے۔ بیت اللہ توحید اور خدا پرستی کا مرکز ہے ۔اس حقیقت میں شک نہیں کہ بیت اللہ وہ جگہ ہے جہاں سے انسان قرب الہی میں پہنچتا ہے بیت اللہ وہ واحد مقام ہے جو ہر قسم کی نجاست سے پاک جگہ ہے اسکو حدود حرم کہا جاتا ہے یہاں پر جنگ و خون بہانا حرام ہے یہ امن کی جگہ ہے۔

نتائج وسفارشات:

❖ روئے زمین پر سب سے پہلا گھر جو تعمیر کیا گیا وہ بیت اللہ ہے۔بیت اللہ وہ مخصوص گھر ہے جو کہ اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کیا گیا۔ بیت اللہ مکہ کی مقدس سرزمین میں واقع ہے۔بیت اللہ چونکہ مکہ میں واقع ہونے کی وجہ سے اس سرزمین کو امن کا شہر قرار دیا گیا ہے۔

❖ اس گھر میں ہر سال تمام ملکوں کے لوگ فریضہ حج ادا کرنے آتے ہیں اور اللہ کے اس حکم کی تکمیل کرتے ہیں۔جس طرح سے ملک بھر کے لوگ اس بیت اللہ کے فریضہ کو ادا کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں اس طرح سے کسی اور مذہب میں نہیں ہے کہ وہ اتنے بڑے اجتماع کے ساتھ جمع ہو کر فریضہ عبادت سرانجام دیتے ہیں۔

❖ اس شہر کی قسم تو اللہ نے قرآن میں کھائی ہے، یہی وہ شہر امن ہے جس کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! اس شہر کو رزق کی فروانی عطاء فرما۔اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول فرمائی کیونکہ مکہ کو امن کا شہر بنا دیا۔

حوالہ جات

[1] المائدہ(5):97۔

[2] المائدہ(5):97۔

[3] البقرہ(2):125۔

[4] الحج(22):29۔

[5] محمد الیاس عبد الغنی، تاریخ مکہ مکرمہ (المدینہ المنورہ: مطابع الرشد، 2002ء)33۔

[6] البقرہ(2):144۔

[7] البقرہ(2):144۔

[8] سیف الرحمان الفلاح، تاریخ بیت اللہ شریف (اوکاڑہ: مرکز الدعوۃ الاسلامیہ، س ن)70۔

[9] محمد عبد المعبود، تاریخ مکہ مکرمہ (راولپنڈی: مکتبۃ الحبیب، 1980ء)79/1۔

[10] ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر، قصص الانبیاء، مترجم۔ مولانا عبد الرشید (لاہور: گنج شکر پرنٹرز، 2011ء)13۔

[11] الانبیاء(21):51۔

[12] عبد الرحمن ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، مترجم۔ حکیم احمد حسین (کراچی: نفیس اکیڈمی اردو بازار، 2003ء)2، 51/1۔

[13] الانبیاء(21):56۔

[14] الصافات(37):91، 92۔

[15] الانبیاء(21):66۔

[16] ابن کثیر، قصص الانبیاء، مترجم۔ مولانا عبد الرشید، 2، 129/1۔

[17] القشیری، المسلم بن حجاج القشیری۔ الصحیح المسلم۔ بیروت: دار احیاء التراث العربي، س ن رقم الحدیث 6145۔

[18] ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، مترجم۔ پروفیسر کوکب شادانی (کراچی: نفیس اکیڈمی، 1987ء)217/1۔

[19] محمد عبد المعبود، تاریخ مکہ مکرمہ (راولپنڈی: مکتبۃ الحبیب، 1980ء)81/1۔

[20] ابراہیم(14):37۔

[21] ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، 219/1۔

[22] ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، 238/1۔

[23] محمد نواز چوہدری، مطالعہ مذاہب عالم (لاہور: پولی پرنٹرز، 18-2017ء)150۔

[24] سلمان ندوی، سیرۃ النبی (مکتبہ اسلامیہ، 2012ء)، 114/۔

[25] ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، 295/4۔

[26] بائبل میں حضرت ابراہیمؑ کو ابرام کہا گیا ہے۔

[27] ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، 297/4۔

[28] الصافات(37):100، 101۔

[29] محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن (کراچی: ادارہ معارف، 2022ء)502/7۔

[30] الصافات(37):102۔

[31] ابوالفداءاسماعیل ابن کثیر، قصص الانبیاء، ص139۔

[32] الصافات(37):102۔

[33] الصافات(37):105۔

[34] الفیل(105):1تا5۔

[35] محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن،1087/8۔

[36] محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن،1089/8۔

[37] محمد ادریس کاندھلوی، معارف القرآن،549/8۔

[38] ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن،469/6۔

[39] واقعہ تحکیم، ویکیپیڈیا۔

[40] علی شبیر، تاریخ حجر اسود(لاہور: اردو بازار، 2005ء)17۔

[41] علی شبیر، تاریخ حجرِ اسود،20۔

[42] علی شبیر، تاریخ حجرِ اسود،26۔

[43] علی شبیر، تاریخ حجرِ اسود،29۔

[44] ترمذی، السنن، رقم الحدیث878۔

[45] ترمذی، السنن، رقم الحدیث877۔

[46] محمد طاہر الکردی، تاریخ خانہ کعبہ،162۔

[47] ترمذی، السنن، رقم الحدیث878۔

[48] ترمذی، السنن(مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي، الطبعة: الثانية، 1395ھ-1975م) رقم الحدیث877۔

[49] ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ(الحلبی: دار إحياء الكتب العربية- فيصل عيسى البابي، س ن) رقم الحدیث2943۔

[50] ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث2944۔

[51] محمد الیاس عبدالغنی، تاریخ مکہ مکرمہ،44۔

[52] ابوعبداللہ احمد بن حنبل، المسند(مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421ھ-2001م) رقم الحدیث190۔

[53] محمد الیاس عبدالغنی، تاریخ مکہ مکرمہ،45۔

[54] محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ(کراچی: ادارۃ المعارف، 2014ء)80/1۔

[55] محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ،82/1۔

[56] محمد طاہر القادری، فلسفہ معراج النبی ﷺ(منہاج القرآن پبلیکیشنز، 2020ء)28۔

[57] الانفال(8):17۔

58 محمد طاہر القادری، فلسفہ معراج النبی ﷺ، 125۔

59 الاسراء(17):1۔

60 محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن، 494/5۔

61 البخاری، الجامع الصحیح البخاری، رقم الحدیث 3887۔

62 محمد بن ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، 198/1۔

63 علاءالدین علي بن حسام الدین، کنزالعمال في سنن الأقوال والأفعال (مؤسسة الرسالة الطبعة: الطبعة الخامسة، 1401ھ/1981م) رقم الحدیث 31840۔

64 أبو عبداللہ أحمد بن محمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421ھ-2001م) رقم الحدیث 23331۔

65 علاءالدین علي بن حسام الدین، کنزالعمال في سنن الأقوال والأفعال، رقم الحدیث 31857۔

66 علاءالدین علي بن حسام الدین، کنزالعمال في سنن الأقوال والأفعال، رقم الحدیث 31856۔

67 اکبر شاہ خان نجیب آبادی، تاریخ اسلام (مکتبۃ الحسن، 2017ء) 125/1۔

68 النجم(53):8تا10۔

69 محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن، 498/5۔

70 محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ (کراچی: ادراۃ المعارف، 2014ء) 196/1۔

References

1. Al-Maida (5): 97.
2. Al-Maida (5): 97.
3. Al-Baqarah (2): 125.
4. Hajj (22): 29.
5. Muhammad Ilyas Abdul Ghani, History of Makkah Mukarramah (Al-Madinah Al-Munawrah: Mataab al-Rashid, 2002) 33.
6. Al-Baqarah (2): 144.
7. Al-Baqarah (2): 144.
8. Saifur Rahman al-Falah, History of Baytullah Sharif (Okara: Center for Dawat al-Islamiyya, 70).
9. Muhammad Abdul Maboud, History of Makkah (Rawalpindi: Muktabat Al-Habib, 1980) 1/79.
10. Abul-Fida Imad-ud-Din Ibn Kathir, Qasas al-Anbiya, translated by Maulana Abdul Rasheed (Lahore: Gunj Shukar Printers, 2011) 13.
11. Al-Anabiyyah (21): 51.
12. Abdul Rahman Ibn Khaldun, History of Ibn Khaldun, translator. Hakeem Ahmad Hussain (Karachi: Nafis Academy Urdubazar, 2003) 1, 2/51.
13. The Prophets (21):56.
14. Al-Safat (37): 91, 92.
15. The Prophets (21): 66.
16. Ibn Kathir, Qasas al-Anbiya, translated by Maulana Abdul Rashid, 1, 2/129.
17. Al-Qashiri, Al-Muslim bin Hajjaj Al-Qashiri. Al-Sahih al-Muslim. Beirut: Dar Ihya Al-Tratah al-Arabi, Sun. Hadith number 6145.
18. Abul-Fida Imad-ud-Din Ibn Kathir, Tarikh Ibn Kathir, translator. Prof. Kokab Shadani (Karachi: Nafees Academy, 1987) 1/217.

19. Muhammad Abdul Maboud, History of Makkah (Rawalpindi: Muktabat Al-Habib, 1980) 1/81.
20. Abraham (14): 37.
21. Abu al-Fida Imad al-Din Ibn Kathir, Tarikh Ibn Kathir, 1/219.
22. Abu al-Fida Imad al-Din Ibn Kathir, Tarikh Ibn Kathir, 1/238.
23. Muhammad Nawaz Chaudhry, Study of Religions Scholar (Lahore: Poly Printers, 2017-18) 150.
24. Salman Nadwi, Sirat al-Nabi (Islamic School, 2012), / 114.
25. Abul Ala Maududi, Tafhim al-Qur'an, 4/295.
26. Abraham is called Abram in the Bible.
27. Abul Ala Maududi, Tafhim al-Qur'an, 4/297.
28. Al-Safat (37): 100, 101.
29. Muhammad Shafi Osmani, Ma'arif al-Qur'an (Karachi: Idara Ma'arif, 2022) 7/502.
30. Al-Safat (37): 102.
31. Abu al-Fida Ismail Ibn Kathir, Qasas al-Anbiyyah, p. 139.
32. Al-Safat (37): 102.
33. Al-Safat (37): 105.
34. Al-Fail (105): 1 to 5.
35. Muhammad Shafi Osmani, Ma'arif al-Qur'an, 8/1087.
36. Muhammad Shafi Usmani, Ma'arif al-Qur'an, 8/1089.
37. Muhammad Idris Kandhalvi, Ma'arif al-Qur'an, 8/549.
38. Abul Ala Maududi, Tafhim al-Qur'an, 6/469.
39. Event confirmation, Wikipedia.
40. Ali Shabbir, History of Black Stone (Lahore: Urdubazar, 2005) 17.
41. Ali Shabir, History of Black Stone, 20.
42. Ali Shabir, History of the Black Stone, 26.
43. Ali Shabir, History of the Black Stone, 29.
44. Tirmidhi, Al-Sunan, Hadith number 878.
45. Tirmidhi, Al-Sunan, Hadith number 877.
46. Muhammad Tahir al-Kurdi, History of the House of Kaaba, 162.
47. Tirmidhi, Al-Sunan, Hadith number 878.
48. At-Tirmidhi, Al-Sunan (Egypt: Sharqa Al-Muqbata Wa Mataba Mustafa Al-Babi, Al-Tabba: Al-Ashda, 1395 AH - 1975 AD) Number of Hadith 877.
49. Ibn Majah, Sunan of Ibn Majah (al-Halabi: Dar îhiya Al-Kutub al-Arabiya - Faisal Isa al-Babi, AD) hadith number 2943.
50. Ibn Majah, Sunan Ibn Majah, hadith number 2944.
51. Muhammad Ilyas Abdul Ghani, History of Makkah, 44.
52. Abu Abd Allah Ahmad bin Hanbal, Al-Musnad (Masssah al-Risala, Al-Tabbah: Al-Awla, 1421 AH - 2001 AD) Hadith No. 190.
53. Muhammad Ilyas Abdul Ghani, History of Makkah, 45.
54. Muhammad Idris Kandhalvi, Sirat al-Mustafa (Karachi: Adarat al-Maarif, 2014) 1/80.
55. Muhammad Idris Kandhalvi, Sirat al-Mustafa, 1/82.
56. Muhammad Tahir Al-Qadri, The Philosophy of Miraj-ul-Nabi (May Allah be pleased with him) (Minhaj-ul-Qur'an Publications, 2020) 28.
57. Al-Anfal (8): 17.
58. Muhammad Tahir al-Qadri, Philosophy of Miraj-ul-Nabi, 125.
59. Al-Israa (17): 1.
60. Muhammad Shafi Osmani, Ma'arif al-Qur'an, 5/494.
61. Al-Bukhari, Al-Jami' al-Sahih al-Bukhari, Hadith number 3887.

62. Muhammad bin Idris Kandhalvi, Sirat al-Mustafa, 1/198.
63. Al-Ala-ud-Din Ali bin Hussam-ud-Din, Kunz al-Umal fi Sunan al-Qawwal al-Aqqal (Mass'sah al-Risala al-Tabbah: 5th edition, 1401 AH/1981 AD) hadith number 31840.
64. Abu Abdullah Ahmad bin Muhammad bin Hanbal, Musnad al-Imam Ahmad bin Hanbal (Musnad al-Risalah, al-Tabba: Al-Ulwa, 1421 AH - 2001 AD) hadith number 23331.
65. Al-Ala-ud-Din Ali bin Husam-ud-Din, Kunz al-Umal fi Sunan al-Aqwal al-Aqqal, Hadith No. 31857.
66. Al-Ala-ud-Din Ali bin Husam-ud-Din, Kunz al-Umal fi Sunan al-Aqwal al-Aqwal, Hadith No. 31856.
67. Akbar Shah Khan Najeebabadi, History of Islam (Muktab Al Hasan, 2017) 1/125.
68. Al-Najm (53): 8-10.
69. Muhammad Shafi Osmani, Ma'arif al-Qur'an, 5/498.
70. Muhammad Idris Kandhalvi, Sirat al-Mustafa (Karachi: Idrat al-Maarif, 2014) 1/196.